محمد ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقوش سیرت

۵

مبارک ہستی

مکتبہ پیام تعلیم
جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسولؐ ، دونوں جہانوں کے سردار ، نورِ مجسّم ، رحمتِ عالمؐ ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ اور سب سے اعلا معیار ہے ۔ اچھی اور پاکیزہ زندگی کا اتنا اعلا نمونہ آج تک دُنیا نے نہیں دیکھا ۔

بچو ! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی بھی اچھی گزرے اور ہم میں پاکیزہ عادتیں پیدا ہوں ، ہمیں دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہو تو ہمیں حضورؐ کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا ۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر کس طرح عمل کیا ، عبادت کیسے کی ، دوستوں سے کیسے پیش آئے ، دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ، گھر والوں کے ساتھ ، رشتے داروں کے ساتھ ، بچوں کے ساتھ ، یتیموں ، مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ آپؐ کا برتاؤ کیسا تھا ۔ سچائی ، عدل و انصاف ، عفو درگزر ، سخاوت اور شجاعت کے کیسے اعلا معیار آپؐ نے قائم کیے ، اللہ کی راہ میں ثابت قدمی اور اللہ پر بھروسے کی کیسی عظیم مثالیں آپؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیں ، یہ سب ہمارے لیے

ایک نمونہ ہیں۔

"نقوشِ سیرت" میں ان ہی کی جھلک ہے۔ یہ حضورؐ کی پاک زندگی کے واقعات ہیں۔ ان میں سے ہر واقعہ ہمارے لیے ایک روشن چراغ کی مانند ہے جو ہمیں اس دنیا کی تاریکیوں میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور ہماری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔

اسی جذبے سے میں نے پیارے نبیؐ کی پیاری سیرت کے کچھ واقعات جمع کیے ہیں۔ انھیں پڑھو، ان میں جو تعلیم ہے اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو ہم پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے۔

(حکیم محمد سعید)

تقسیم کار:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

جامعہ نگر نئی دہلی 110025 اُردو بازار دہلی 110006

پرنسس بلڈنگ بمبئی 400003 یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ 202001

مارچ ۱۹۹۹ء تعداد: [illegible] قیمت 5/=

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹوڈی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی

وحی

اس مبارک ہستی کی زندگی کو دیکھیے، جس کو اللہ نے اپنا رسولؐ بنایا اور جس کے ذریعہ سے ساری دنیا کو ہدایت کی روشنی عطا کی، وہ کس طرح دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ کے والد محترم، عبداللہ اپنے والدین کے سب سے چہیتے بیٹے تھے۔ جوان ہوئے، حضرت آمنہ سے شادی ہوئی۔ پھر تجارت کے لیے شام گئے تو مکےؔ واپس نہ آئے۔ راستے ہی میں یثرب کے مقام پر ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت آمنہ کے گھر آپؐ پیدا ہوئے۔ والدہ آپؐ کی پرورش کرتی رہیں اور جب آپؐ بڑے ہوگئے اور والدہ کی پرورش کی ضرورت نہ رہی تو حضرت آمنہ بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

اب آپؐ یتیم اور بے سہارا رہ گئے۔ لیکن اللہ جس نے آپؐ کو دنیا کی ہدایت کے لیے پیدا کیا تھا، وہی آپؐ کا مددگار رہا۔ آپؐ کو جو اہم کام سونپا جانے والا تھا اس کے لیے آپ کو شروع ہی سے تیار کیا جارہا تھا۔ نبوت ملنے سے بہت عرصے پہلے تک آپؐ اپنے پروردگار کی ایسی نشانیاں دیکھا کرتے تھے، جو آپؐ نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ آپؐ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ صحیح ثابت ہوتا۔ آپؐ کو تنہائی پسند تھی، اس لیے آپؐ مکےؔ کے شہر سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے جاتے اور شہر کی گہما گہمی سے پہاڑوں کی خاموشی اور تنہائی کو پسند کرتے۔ آپؐ اپنے چاروں طرف ایک نور دیکھتے۔ چاہے سورج کی روشنی ہو یا رات کا اندھیرا

آپؐ کو ہر طرف ایک روشنی نظر آتی۔ آپؐ چلتے تو آپؐ کو ایسی آوازیں سنائی دیتیں جیسے کوئی آپؐ سے چپکے چپکے باتیں کررہا ہو۔ ایسی آوازیں آپؐ درختوں، پتھروں اور کنکریوں سے بھی سنتے۔ آپؐ ان آوازوں سے خوف زدہ ہوگئے کیوں کہ آپؐ نہ جانتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ چناں چہ ایک دن پریشان ہوکر آپؐ نے اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے آپؐ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ آپؐ کو آپؐ کا پروردگار سب سے زیادہ پسند کرتا ہے، وہ آپؐ کو کوئی تکلیف نہیں دے گا، کیوں کہ آپؐ رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔

آخر کار وہ دن آگیا جب آپؐ کو پیغمبری عطا ہوئی۔ آپؐ مکّے سے تین میل کے فاصلے پر منیٰ کی طرف جاتے ہوتے کوہِ حرا کے ایک غار میں تشریف لے جایا کرتے تھے جسے غارِ حرا کہتے ہیں۔ اور وہاں بیٹھ کر تنہائی میں اللہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپؐ اسی طرح اللہ کی یاد میں مصروف تھے کہ یکایک جبریلِ امین آئے۔ ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔ انھوں نے آکر حضورؐ سے کہا، "اِقْرَاْ" (پڑھو)

حضورؐ نے فرمایا: "میں نہیں پڑھ سکتا۔"

یہ سن کر جبریلِ امین نے آپؐ کو زور سے بھینچا، پھر آپ کو چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا: "پڑھو۔" آپؐ نے پھر وہی جواب دیا، "میں نہیں پڑھ سکتا۔" جبریلِ امین نے پھر اتنی زور سے بھینچا کہ حضورؐ کو محسوس ہوا جیسے آپؐ کا دم نکل جائے گا۔ پھر انھوں نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور تیسری بار کہا، "پڑھو۔" حضورؐ نے تیسری بار بھی یہی جواب دیا، "میں کیا پڑھوں؟"

اس پر حضرت جبریلؑ نے یہ آیات پڑھیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ہ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ

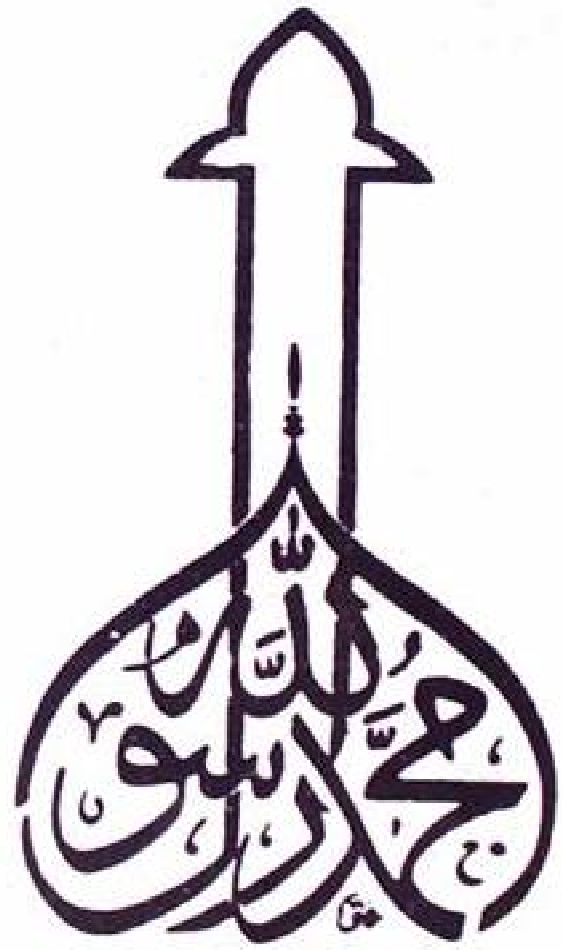
الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

چناں چہ آپؐ نے اِن الفاظ کو دُہرایا۔ اس کے بعد جبریل چلے گئے۔ آپؐ کو ایسا معلوم ہوا جیسے یہ الفاظ آپؐ کے سینے پر لکھ دیے گئے ہیں۔

آپؐ گھر واپس آئے اور حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو تسلی دی اور کہا: "آپ نیکی کرتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، محتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کا بال بیکا نہ ہونے دے گا۔"

حضرت خدیجہؓ پھر فوراً اپنے چچا زاد بھائی، وَرَقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور انھیں سارا ماجرا سنایا۔ وَرَقہ عیسائی تھے اور توریت اور انجیل کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے سُن کر کہا:

"اے خدیجہ، اللہ کی قسم! یہ وہی فرشتہ تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کے پاس کتاب لاچکا ہے۔ محمدؐ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ تم ان سے جاکر کہو کہ وہ ثابت قدم رہیں۔"



آپؐ سچے ہیں

جب رسول اللہؐ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسلام کی دعوت اب کُھل کر دیں اور اپنے سب سے قریبی عزیزوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں تو ایک روز صبح کو آپؐ نے صفا کی پہاڑی کے سب سے اونچے مقام پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے قریش کو پکارا۔

عرب میں یہ قاعدہ تھا کہ جب صبح سویرے کسی اچانک حملے کا خطرہ ہوتا تھا تو جس شخص کو اس کا پتا چل جاتا وہ اسی طرح پکارنا شروع کردیتا اور لوگ اس کی آواز سنتے ہی اس کی طرف دوڑ پڑتے۔

چناں چہ جب حضورؐ کی آواز لوگوں نے سنی تو سب لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے لے کر پکارا اور فرمایا:

"لوگو! اگر میں تمھیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کرو گے؟"

سب نے کہا:
"ہاں، ہم جانتے ہیں کہ تم سچّے ہو۔ تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔"
حضورؐ نے فرمایا:
"اچھا، تو میں تمھیں خبردار کرتا ہوں کہ اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔ اپنی جانوں کو اس سے بچانے کی فکر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن دوسرے لوگ نیکیاں لے کر آئیں اور تم لوگ بُرائیاں لے کر آؤ۔ تم اللہ پر ایمان لے آؤ۔ میں اللہ کے سامنے تمھارے حق میں گواہی دوں گا۔"
اس سے پہلے کہ کوئی کچھ بولتا، حضورؐ کے اپنے چچا، اَبولَہب نے کہا:
"تمھارا بُرا ہو! کیا تم نے ہمیں اس لیے یہاں جمع کیا تھا؟"
اس طرح ابولہب نے بات ہی کاٹ دی اور قریش کے لوگوں کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ پہلے ہی دن سے آپؐ کا اور دینِ اسلام کا دشمن ہوگیا اور آپؐ کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے لگا۔ اس کی دشمنی اتنی سخت تھی اور اس کی حرکتیں اتنی بُری کہ قرآنِ پاک میں اس کا نام لے کر اس پر اللہ نے اپنی ناراضی کا اظہار کیا اور دنیا ہی میں اُس کو اس کی حرکتوں کی سزا دے دی۔

دین میں ثابت قدمی

رسول اللہؐ جب اللہ کا پیغام لے کر اُٹھے، بُت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی تو مکے کے قریش آپؐ کے سخت مخالف ہوگئے اور انھوں نے آپؐ کے چچا حضرت اَبُوطالِب سے جو آپؐ کے سرپرست تھے آکر شکایت کی۔ حضرت اَبُوطالِب نے انھیں نرمی سے سمجھا بجھاکر واپس کردیا۔

جب حضورؐ اسی تن دہی سے دین کی تبلیغ فرماتے رہے تو قریش کے بڑے بڑے لوگ پھر ایک جماعت کی شکل میں حضرت اَبُوطالِب کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے:

"تمھارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے، ہمارے باپ دادا کو گم راہ کہتا ہے، ہم کو بے وقوف کہتا ہے۔ اس لیے یا تو تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ یا پھر تم بھی میدان میں آجاؤ تاکہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہوجائے۔"

حضرت اَبُوطالِب نے قریش کے سرداروں کی بات سن کر محسوس کیا کہ یہ لوگ اب زیادہ برداشت نہیں کریں گے اور وہ اکیلے ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ چناں چہ انھوں نے

حضورؐ کو بلایا اور آپؐ کو بتایا کہ قریش کیا کہہ گئے ہیں۔ انھوں نے کہا:

"میرے بھتیجے! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔"

حضورؐ کو محسوس ہوا کہ اب اُن کے چچا بھی اُن کی حمایت سے ہاتھ اُٹھا رہے ہیں اور یہ سہارا بھی ختم ہورہا ہے تو آپؐ کا دل بھر آیا اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لیکن آپؐ تو اللہ کے حکم سے اور اسی کے بھروسے پر دین کو لے کر اُٹھے تھے، آپؐ نے فرمایا:

"چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے سیدھے ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور الٹے ہاتھ پر چاند تو بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں آؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اس کام کو پورا کردے گا یا میں اس پر اپنی جان قربان کردوں گا۔"

حضرت اَبُوطَالِب پر حضورؐ کے ان پُر درد الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے کہا:

"جاؤ، کوئی شخص تمھارا بال بیکا نہیں کرسکے گا۔"

عُتبہ کو جواب

مکّے کے قریش کی طرف سے سخت مخالفت کے باوجود جب رسول اللہؐ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے کی کوششوں میں کوئی کمی نہ کی اور آہستہ آہستہ لوگ مسلمان ہونے لگے تو قریش کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ حضورؐ سے بات چیت کرکے آپؐ کو دین کے معاملے میں کسی مصالحت پر راضی کرلیا جائے۔

چناں چہ ایک روز انھوں نے قریش کے ایک سردار عُتبَہ بن رُبیعہ کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔ وہ آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "بھتیجے! ہمارے ہاں تم کو جو عزت حاصل ہے وہ تم خود جانتے ہو۔ تم ایک شریف گھرانے کے فرد ہو۔ تم ہم پر یہ کیا مصیبت لے آئے ہو۔ خاندان میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ ہمارے دین کی بُرائی کرتے ہو، ہمارے معبودوں کو جھوٹا کہتے ہو، ہمارے باپ دادا کو کافر ٹھیراتے ہو۔ اب ذرا میری بات غور سے سنو۔ میں کچھ تجویزیں تمھارے سامنے رکھتا ہوں۔ شاید تم ان میں سے کسی کو مان لو۔"

رسول اللہؐ نے کہا: "کہیے، میں غور سے سنوں گا۔"

عُتبہ بولا: "بھتیجے! یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اگر اس کا مقصد دولت حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دے دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ، اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں، اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو بادشاہ بنائے لیتے ہیں، اگر تم پر کوئی جن آگیا ہے تو ہم سب مل کر اس کا علاج کرائے دیتے ہیں۔"

عُتبہ یہ باتیں کرتا رہا اور حضورؐ خاموشی سے سُنتے رہے۔ پھر جب وہ چُپ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا:

"آپ کو جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکے یا ابھی اور کچھ کہنا باقی ہے؟"

عُتبہ نے کہا، "بس مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں کہہ چکا۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"اچھا تو اب میری سنیے۔" اس کے بعد آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر قرآنِ پاک کی سورہ حٰم السجدہ پڑھنی شروع کی۔ عُتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سُنتا رہا۔ آیت سجدہ پر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا، پھر سر اُٹھا کر فرمایا:

"آپ نے میرا جواب سن لیا، اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

عُتبہ اُٹھ کر قریش کے سرداروں کی طرف آیا تو انھوں نے اسے دور سے دیکھ کر کہا:

"اللہ کی قسم، عُتبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے۔ یہ وہ صورت

نہیں جو وہ لے کر گیا تھا۔"

جب وہ آکر بیٹھا تو انھوں نے پوچھا:

"کیا سُن آئے؟"

اس نے کہا:

"اللہ کی قسم، میں نے ایسا کلام اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ یہ شعر ہے، نہ جادو۔ اے قریش کے لوگو! میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ اپنا اثر دِکھا کر رہے گا۔"

قریش کے سردار یہ سُن کر کہنے لگے:

"معلوم ہوتا ہے تم پر بھی اُن کا جادو چل گیا۔"



کردار کا اثر

رسول اللہؐ ایسے اعلا کردار کے مالک تھے اور آپؐ کے اخلاق اتنے اچھے تھے کہ ہر شخص چاہے وہ آپؐ کا دشمن ہی کیوں نہ ہو، آپؐ کی دل سے عزّت کرتا تھا۔ آپؐ کی سچائی، امانت داری اور انصاف پسندی کا قائل تھا۔ آپؐ کی اِن اعلا صفات ہی کی وجہ سے لوگوں پر آپؐ کا اثر تھا اور کوئی بھی آپؐ کی بات ٹال نہ سکتا تھا۔ آپؐ کے اس اخلاقی رعب کی وجہ سے آپؐ کے بد ترین دشمن بھی آپؐ کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کچھ اونٹ لےکر فروخت کرنے کے لیے مکّہ مکرّمہ آیا۔ ابوجہل نے جو قریش کا ایک بڑا سردار تھا اور حضورؐ کا سخت دشمن تھا، اس شخص سے کچھ اونٹ خرید لیے، لیکن قیمت ادا نہیں کی۔ وہ آدمی جب بھی اس سے اپنی رقم مانگنے آتا ابوجہل اس کو ٹال دیا کرتا۔ جب وہ بہت تنگ آگیا تو ایک دن حرمِ کعبہ میں جاکر چیخ چیخ کر شکایت کرنے لگا اور قریش کے سرداروں سے جو وہاں تھے کہنے لگا کہ وہ اُس کے پیسے دِلوادیں۔

حضورؐ اس وقت حرم شریف میں ایک طرف تشریف فرما تھے۔ قریش کے سرداروں نے اونٹ والے سے کہا:

"دیکھو، ہم تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ البتہ وہ صاحب جو اُس کونے میں بیٹھے ہیں، اُن سے جاکر کہو، وہ تمھاری رقم دِلوا دیں گے۔"

اونٹ والا حضورؐ کے پاس گیا اور آپؐ سے شکایت کی کہ ابوجہل میرے اونٹوں کی قیمت ادا نہیں کررہا ہے۔

حضورؐ اسی وقت کھڑے ہوئے اور اسے لےکر ابوجہل کے گھر کی طرف چل پڑے۔

قریش کے سرداروں نے آپس میں کہا:

"لو، آج مزہ آئے گا۔" اور اپنا ایک آدمی پیچھے لگادیا کہ جو کچھ واقعہ ہو انھیں آکر بتائے۔

حضورؐ سیدھے ابوجہل کے مکان پر پہنچے اور جاکر دروازے پر دستک دی۔ اس نے اندر سے پوچھا:

"کون؟"

حضورؐ نے جواب دیا:

"محمدؐ۔"

وہ حیران ہوکر باہر نکل آیا۔

حضورؐ نے فرمایا:

اس کی جو رقم تمھارے ذمّے ہے اس کو دے دو۔"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ چُپ چاپ اندر گیا اور اونٹوں کی قیمت لاکر اونٹ والے کے ہاتھ میں دے دی۔

قریش کا آدمی دور سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔ وہ دوڑا دوڑا واپس گیا اور قریش کے سرداروں سے کہنے لگا:

"واللہ، آج وہ عجیب معاملہ دیکھا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ حکمؔ بن ہشام (یہ ابوجہل کا نام تھا) جب گھر سے باہر نکلا اور محمدؐ کو دیکھا تو اس کا رنگ فق ہوگیا اور جب انھوں نے اس سے کہا کہ اس آدمی کا حق دے دو تو ایسا لگتا تھا جیسے اس کے جسم میں جان نہیں ہے۔"



بابرکت ہستی

دوپہر ہوچکی تھی، اُمِّ مَعبد اپنے خیمے کے آگے سائے میں چادر اوڑھے بیٹھی تھیں۔ وہ بڑی بہادر اور توانا عورت تھیں۔ انھیں صحرا میں اس طرح اکیلے ڈر نہیں لگتا تھا۔

سامنے سے ایک چھوٹا سا قافلہ آتا دکھائی دیا۔ اللہ کے رسولؐ، اپنے دوست اور ساتھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ تھے۔ یہ مبارک قافلہ مکّے سے ہجرت کرکے مدینے جارہا تھا۔ خیمے کے پاس پہنچ کر حضورؐ ٹھیر گئے۔

چوں کہ زادِ راہ ختم ہوچکا تھا اور حضورؐ اور آپؐ کے ساتھی بھوکے تھے، اس لیے حضورؐ نے کھجور یا گوشت خریدنے کے ارادے سے اُمِّ مَعبد سے پوچھا:

"کوئی چیز کھانے کے لیے ہے؟"

یہ قحط کا زمانہ تھا اور اُمِّ مَعبد کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ بڑے افسوس کے ساتھ جواب دیا:

"واللہ! اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم آپ کی مہمان داری کرتے۔"

رسول اللہؐ کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمے سے بندھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا:

"اُمِّ مَعبد، یہ بکری کیسی ہے؟"

اُنھوں نے جواب دیا:

"یہ بکری بہت کم زور ہے۔ دوسری بکریوں کے ساتھ چل نہیں سکتی، اس لیے دوسری بکریاں چرنے چلی گئی ہیں اور یہ یہاں رہ گئی ہے۔"
حضورؐ نے پوچھا:
"اس کے کچھ دودھ بھی ہے؟
اُمِّ مَعبد نے جواب دیا:
"اس کے لیے دودھ دینا، جنگل میں چُرنے کے لیے جانے سے بھی مشکل ہے۔" رسول اللہ نے فرمایا:
"تمھاری اجازت ہو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں!"
اُمِّ مَعبد بولیں:
"میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، ہاں، اگر اس کے دودھ ہو تو ضرور دوہ لیجیے۔"
حضورؐ نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:
"اے اللہ، اُمِّ مَعبد کی بکری میں برکت دے۔"
اس بکری نے ٹانگیں پھیلا دیں اور اس کے تھنوں میں دودھ بھر گیا۔ حضورؐ نے اُمِّ معبد سے فرمایا:
"اُمِّ مَعبد! اپنا وہ برتن لاؤ جو سب سے بڑا ہو۔"
اُمِّ معبد نے وہ برتن سامنے رکھ دیا۔ حضورؐ نے دودھ دوہا۔ دودھ تھا کہ چلا آتا تھا، یہاں تک کہ برتن مُنہہ تک بھر گیا اور جھاگ اوپر تیرنے لگے۔ حضورؐ نے وہ برتن اُمِّ معبد کو دیا اور فرمایا:
"اُمِّ مَعبد پیو۔"
اُمِّ مَعبد نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ جب سیر ہوگئیں تو حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو دیا، پھر وہ پی چکے تو حضرت عامرؓ سے ارشاد ہوا کہ وہ پییں۔ انھوں نے عرض کیا، "حضورؐ! پہلے آپ پییں۔"
حضورؐ نے فرمایا:

"نہیں، پلانے والے کو سب سے آخر میں پینا چاہیے۔"

جب وہ بھی پی چکے تو حضورؐ نے سب سے آخر میں خود دودھ پیا۔ آپ نے وہ برتن دوبارہ اُمِّ معبد کو دیا اور پھر اپنے صحابہؓ کو۔ سب نے باری باری دوبارہ دودھ پیا۔ پھر حضورؐ نے اسی برتن میں دوبارہ دودھ دوہا اور دودھ سے بھرا برتن اُمِّ معبد کو دیتے ہوئے فرمایا:

"اُمِّ معبد! یہ رکھو، تمھاری ضرورت پوری کرے گا۔"

حضورؐ نے کچھ دیر اُمِّ معبد کے خیمے میں آرام فرمایا اور پھر آگے سفر پر روانہ ہوگئے۔

کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ اُمِّ معبد کے شوہر اَبُو معبد اپنی بکریاں ہنکاتے ہوئے جنگل سے واپس آگئے۔ اِن بکریوں کی ایسی حالت تھی کہ کھال ہڈی سے لگی تھی اور چلنا تک دوبھر تھا۔ انھوں نے برتن میں جو دودھ بھرا دیکھا تو سخت تعجب ہوا۔ پوچھا:

"یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریاں تو چرنے گئی ہوئی تھیں اور گھر میں کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں تھی۔"

اُمِّ معبد نے جواب دیا:

"واللہ! یہ ایک بڑی ہی بابرکت ہستی کے یہاں قدم رکھنے سے ہوا ہے۔"

ابو معبد نے کہا:

"اے اُمِّ معبد، ذرا مجھے ان کا حلیہ بتاؤ۔"

اُمِّ معبد بولیں:

"وہ ایک بڑے پاکیزہ انسان تھے، ان کا چہرہ نورانی اور اخلاق اچھے تھے، وہ بہت خوب صورت تھے۔ وہ جب بولتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے موتی گر رہے ہوں، جب خاموش ہوتے تھے تو ان پر وقار چھا جاتا تھا۔ ان کی زبان میٹھی اور باتیں سچی تھیں۔ ان کا قد بہت متناسب تھا۔ وہ

اپنے ساتھیوں میں سب سے ممتاز اور سب سے حسین تھے۔ ان کے ساتھی ایسے تھے کہ جب وہ کچھ کہتے تو وہ ادب اور خاموشی سے سنتے، جب کوئی حکم دیتے تو اسے کرنے کو دوڑتے۔ نہ وہ بد مزاج تھے اور نہ زیادہ باتیں کرنے والے۔"

ابُو مَعبد یہ سن کر بول اُٹھے:

"واللہ! یہ تو وہی ہیں جن کا ہم نے ذکر سنا ہے۔ اگر میں اس وقت آجاتا جب وہ یہاں تھے تو میں ان سے درخواست کرتا کہ مجھے اپنے ساتھ رکھ لیجیے۔ اُمِّ مَعبد، اگر تمھیں اس کا موقع ملے تو ضرور ایسا کرنا۔"

"میں نے تمھارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمھیں میری آیات سناتا ہے، تمھاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔"

(البقرہ : ۱۵۱)

فُضالہ! کیا سوچ کر آئے ہو؟

فُضالہ بن عُمیر نے رسول اللہؐ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور اس نیت سے حرم شریف میں آئے کہ آپؐ پر وار کریں۔ آپؐ اس وقت کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔

جب فُضالہ حملے کے ارادے سے آگے بڑھے تو حضورؐ کی نگاہ ان پر پڑی۔ آپؐ نے پوچھا:

"کون ؟ فضالہ !"

انھوں نے جواب دیا، "جی ہاں، یا رسول اللہؐ! فضالہ"

حضورؐ نے فرمایا، "فُضالہ! کیا سوچ کر آئے تھے ؟"

کہنے لگے: "کچھ نہیں، اللہ کو یاد کر رہا تھا"

حضورؐ فُضالہ کا جواب سُن کر مسکرائے پھر فرمایا:

"فُضالہ! اللہ سے توبہ کرو"

پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھا اور ان کے دل میں جو بے چینی تھی وہ ختم ہوگئی۔

فُضالہ کہا کرتے تھے، "آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور جب ہٹایا تو آپؐ مجھے اتنے اچھے اور پیارے لگنے لگے کہ جیسے آپؐ سے زیادہ اور کوئی پیاری چیز اللہ نے دنیا میں پیدا ہی نہیں کی"

اسلام کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "یا رسول اللہؐ! اسلام کیا چیز ہے؟"

حضورؐ نے جواب دیا: "یہ کہ تمھارے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہ ہو، تمھاری زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔"

اس شخص نے پھر سوال کیا، "اے اللہ کے نبیؐ! اسلام میں سب سے بڑی کیا چیز ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا، "ایمان۔"

اس شخص نے پوچھا، "ایمان کا کیا مطلب ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا:

"ایمان کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر یقین رکھو اور اللہ کے رسولوں پر دل سے ایمان لاؤ۔"

اس شخص نے پھر سوال کیا: "یا رسول اللہؐ! ایمان کی سب سے خاص بات کیا ہے؟"

حضورؐ نے جواب دیا، "ہجرت۔"
اس شخص نے پوچھا، "یا رسول اللہؐ! ہجرت کسے کہتے ہیں؟"
حضورؐ نے فرمایا:
"بُری باتوں کو چھوڑ دینا۔"



دین کی تعلیم

رسول اللہؐ، صحابہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدّو آیا اور کہنے لگا:

"آپؐ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے کہا کہ آپؐ کہتے ہیں آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو اللہ نے بھیجا ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"اس نے سچ کہا۔"

بدّو نے پوچھا: "آسمان کو کس نے پیدا کیا؟"

فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے۔"

اس نے پوچھا: "زمین اور پہاڑ کس نے بنائے؟"

حضورؐ نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے۔"

اس نے پھر کہا، "ان میں ہمارے فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟"

حضورؐ نے فرمایا: "اللہ بزرگ و برتر نے۔"

بدّو نے پھر سوال کیا، "اس اللہ کی قسم جس نے آسمان کو پیدا کیا، زمین کو بنایا، پہاڑوں کو کھڑا کیا اور ان میں

فائدے رکھے، کیا سچ مچ اللہ ہی نے آپؐ کو بھیجا ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا: "ہاں"

بدّو نے کہا، "آپؐ کے قاصد کا کہنا تھا کہ ہم پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں اور ہمارے مال میں زکوٰۃ ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا، "اس نے سچ کہا۔"

بدّو نے پھر سوال کیا، "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپؐ کو یہ حکم دیا ہے؟"

حضورؐ نے کہا، "بے شک۔"

اب اس نے کہا، "آپؐ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ سال میں ایک مہینے کے روزے بھی ہیں۔"

فرمایا، "ہاں، سچ کہا۔"

اس نے کہا، "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے؟"

حضورؐ نے کہا، "ہاں۔"

بدّو نے کہا، "آپؐ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ اگر قدرت ہو تو حج کریں۔"

حضورؐ نے فرمایا: "ہاں، سچ کہا۔"

اب بدّو نے پوچھا، "کیا اللہ نے اس کا حکم دیا ہے؟"

حضورؐ نے جواب دیا، "ہاں۔"

بدّو بولا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں ان احکام میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا۔" رسول اللہؐ نے یہ سُن کر فرمایا، "اگر یہ سچ کہتا ہے تو جنّت میں جائے گا۔"

دیکھو! نرمی کرنا سختی نہیں

یمن کے علاقے میں جو بحرین تک پھیلا ہوا تھا اسلام کی تعلیم کے لیے حضورؐ نے اپنے دو صحابہ حضرت مُعاذ بن جَبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اَشعریؓ کو مقرر فرمایا۔ یہ دونوں یمن کے ایک ایک ضلع میں بھیجے گئے۔

جب یہ دونوں مدینے سے روانہ ہونے لگے تو رسولُ اللہؐ نے ان کو بلایا اور فرمایا:

"دیکھو، تم دونوں مل کر کام کرنا، لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، سختی مت کرنا، خوش خبری سنانا، نفرت مت دلانا۔ تم کو وہ لوگ ملیں گے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہیں، پہلے اُن کو بتانا کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی ساتھی نہیں، پھر بتانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا رسول بناکر بھیجا ہے۔ جب وہ ان دونوں باتوں کو مان لیں تو پھر اُن سے کہنا کہ اللہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ جب وہ اس کو بھی مان لیں تو اُن کو بتانا کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہے جو امیروں سے لی جائے گی اور غریبوں کو دی جائے گی۔

دیکھو، جب وہ زکوٰۃ دینا قبول کرلیں تو چُن کر صرف اچھا مال نہ لینا۔ مظلوموں کی بد دعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! یمن میں جو اور شہد کی شراب بنتی ہے۔ کیا یہ بھی حرام ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا:

"ہاں، ہر چیز جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔"



علم کی اہمیت

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہؓ بھی موجود تھے۔ کچھ ایک طرف بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے اور دعا میں مشغول تھے۔ کچھ صحابہؓ دوسری طرف بیٹھے علمی باتیں کر رہے تھے۔

حضورؐ نے دونوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"یہ دونوں اچھے کام کر رہے ہیں، لیکن اللہ نے مجھے علم سکھانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

یہ کہہ کر آپؐ ان صحابہؓ کے ساتھ بیٹھ گئے جو علمی گفت گو کر رہے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ دو صحابہؓ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے کہا:

"اگر ہم دشمن کا مقابلہ کر رہے ہوں اور ہم میں سے کوئی شخص یہ کہہ کر دشمن کے نیزہ مارے کہ 'لو بچو، میں غفاری قبیلے کا جوان ہوں'، تو تمھارے خیال میں اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟"

دوسرے صاحب نے جواب دیا:

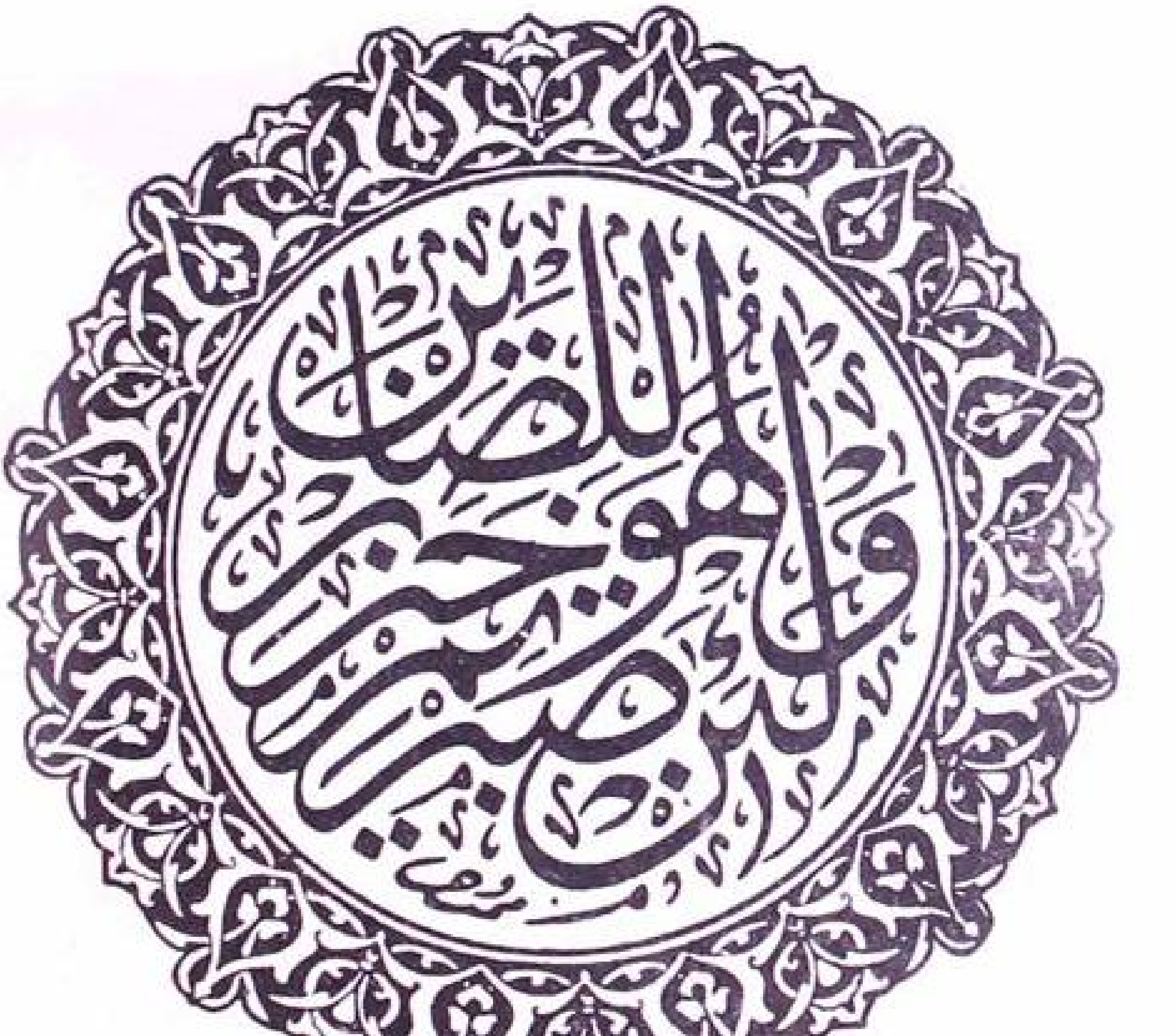
"میرے خیال میں تو یہ صحیح نہیں، ایسا کہنے والے کو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔"

ایک تیسرے صحابی بھی قریب بیٹھے یہ گفت گو سُن رہے تھے۔ وہ کہنے لگے:

"میرے خیال میں تو اس میں کوئی ہرج نہیں۔"

اس پر دونوں میں اختلاف ہوا۔ حضورؐ بھی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ بھی اُن کی گفت گو سن رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

"ثواب اور شہرت میں کوئی مخالفت نہیں۔"



غریب بھائیوں کی مدد کرو

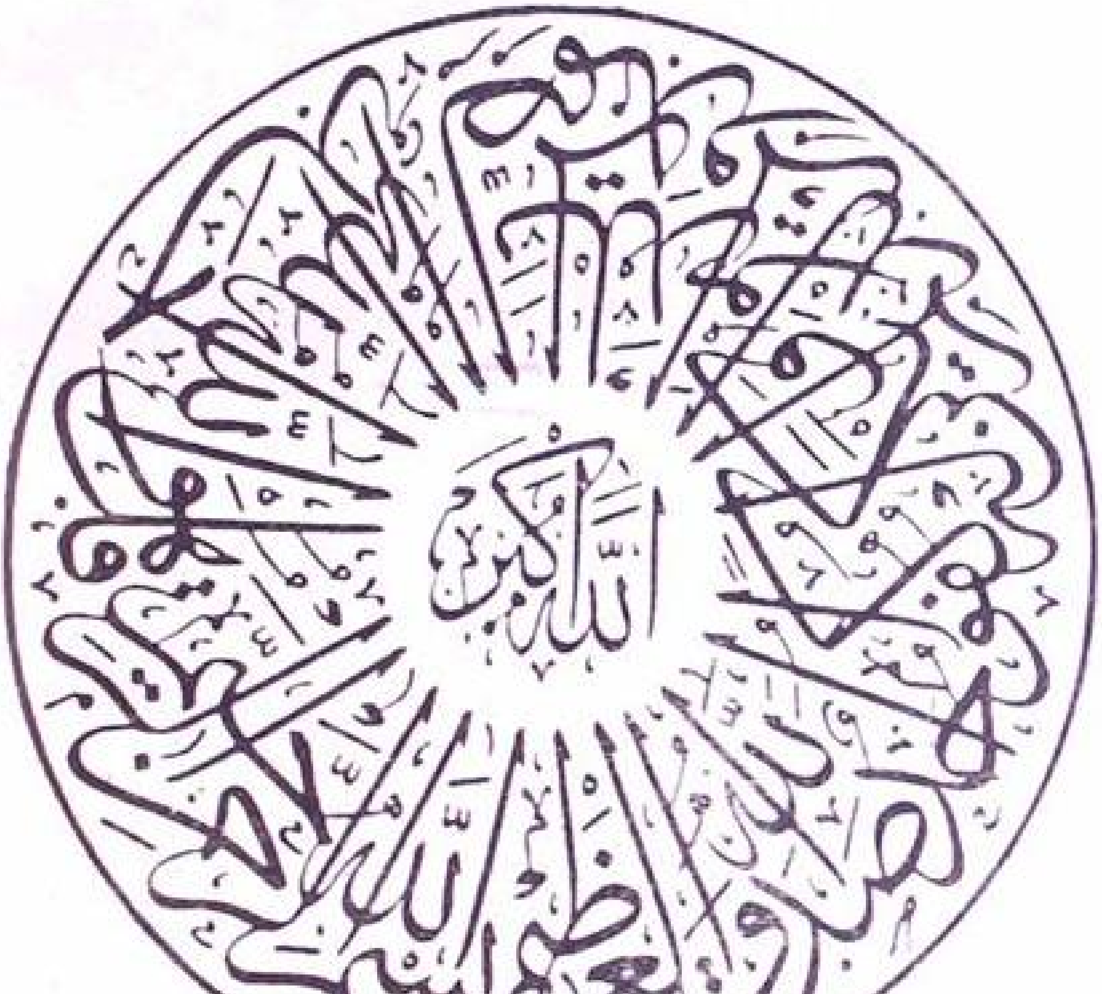
مہاجرین مکّے سے بالکل لُٹے پِٹے مدینے آئے تھے، اس لیے شروع میں ان کا سارا بوجھ انصار پر تھا۔ مہاجرین اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر چہ انصار ان کی ہر طرح مدد کرتے تھے اور انھوں نے مہاجرین کی تنگ دستی دور کرنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں کوئی کمی نہیں کی تھی، لیکن مہاجرین کسی طرح بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ مدینے میں ان کے انصار بھائیوں پر ان کا بوجھ پڑے۔ مہاجرین مکّے میں مال دار تھے اور اپنا سارا مال اسباب ہجرت کے وقت مکّے میں چھوڑ آئے تھے جس پر کافروں نے قبضہ کرلیا تھا۔ ان کے لیے یہ صورتِ حال اور بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔

چناں چہ جب مدینے کے یہودی قبیلے، بَنو نُضیر کو ان کی شرارتوں اور سازشوں کی وجہ سے مدینے سے نکال دیا گیا اور حضورؐ ان کا مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم فرمانے لگے تو آپؐ نے انصار سے فرمایا:

"تمھارے مہاجر بھائیوں کے پاس کچھ نہیں ہے۔ وہ خالی ہاتھ ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو یہ مال میں ان کو دے دوں، لیکن اگر تمھاری مرضی نہ ہو تو میں یہ مال غنیمت تمھارے اور مہاجرینؓ کے درمیان تقسیم کردوں۔"

انصارؓ حضورؐ کی یہ بات سن کر کھڑے ہوگئے اور ادب سے عرض کرنے لگے:

”یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں، آپ نہ صرف یہ مال مہاجرین میں تقسیم کر دیجیے، بلکہ ہمارے مال میں سے بھی جو چاہیں ان کو دے دیجیے۔“



سچ کی گواہی

رسول اللہؐ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا۔ آپؐ اس اعرابی کو ساتھ لے چلے کہ اس کی قیمت ادا کریں۔ آپؐ تیز چل رہے تھے اور اعرابی آہستہ۔ اس لیے آپؐ اس سے کچھ دور ہوگئے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ گھوڑا بکاؤ ہے، اَعرابی کو روک لیا اور گھوڑے کی قیمت لگانے لگے۔ ان کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ گھوڑا تو اَعرابی حضورؐ کے ہاتھ بیچ چکا ہے۔ کچھ لوگوں نے گھوڑے کی اس قیمت سے جو حضورؐ سے طے ہوچکی تھی، زیادہ قیمت لگادی۔

اَعرابی نے جب یہ دیکھا کہ گھوڑے کی قیمت زیادہ مل رہی ہے تو حضورؐ کو آواز دی اور کہنے لگا، "اگر تمھارا ارادہ اسے خریدنے کا ہے تو خرید لو، ورنہ میں اسے بیچتا ہوں۔"

یہ سُن کر رسول اللہؐ کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے، "کیا میں تجھ سے یہ گھوڑا خرید نہیں چکا ہوں؟"

وہ بولا: "نہیں۔"

اب لوگ رسول اللہؐ اور اَعرابی کے گرد جمع ہوگئے۔ اب اَعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ شہادت دے سکے کہ میں نے گھوڑا آپؐ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔

اب مسلمانوں میں سے جو بھی وہاں آتا وہ یہی کہتا:
"اے بد بخت، اللہ کے رسولؐ ہمیشہ سچ فرماتے ہیں۔"

اتنے میں رسول اللہؐ کے صحابی حضرت خُذیمہ بن ثابتؓ آگئے۔ انھوں نے بھی اعرابی کی یہ بات سنی جو حضورؐ سے کہہ رہا تھا کہ کوئی گواہ لائیے جو یہ گواہی دے کہ میں گھوڑا آپؐ کے ہاتھ بیچ چکا ہوں۔

خُذیمہؓ فوراً بول اُٹھے:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تو یہ گھوڑا رسول اللہؐ کے ہاتھ بیچ چکا ہے۔"

رسول اللہؐ نے حضرت خُذیمہؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا:

"خُذیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو؟ تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے۔"

خُذیمہؓ نے جواب دیا:

"یا رسول اللہؐ، اس لیے کہ آپؐ سچے ہیں۔ آپؐ جب آسمان کی خبر دیتے ہیں تو ہم آپؐ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس بات کی تصدیق کیوں نہ کریں؟"



دانش مندی کا فیصلہ

ابتدا میں کعبے کی عمارت آدمی کے قد کی برابر اونچی تھی اور اس پر کوئی چھت بھی نہیں تھی۔ بارش کے دنوں میں آس پاس کی پہاڑیوں سے پانی بہ کر آتا جس سے اکثر کعبے کی دیواروں کو نقصان پہنچتا۔ چناں چہ قریش نے فیصلہ کیا کہ اس عمارت کو گرا کر دوبارہ ایک مضبوط عمارت بنالی جائے۔

ان دنوں جدّے کی بندرگاہ پر ایک جہاز ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا تھا۔ قریش نے اپنا ایک آدمی جدّہ بھیج کر اس جہاز کے لکڑی کے تختے منگوالیے۔ جہاز پر ایک رومی معمار بھی تھا، اسے بھی بلا لیا تاکہ وہ کعبے کی نئی عمارت بنانے میں مدد کرسکے۔

قریش کے تمام قبیلوں نے مل کر کعبے کی عمارت بنانی شروع کی۔انھوں نے مختلف کام اپنے اپنے ذمّے لے لیے تاکہ سارے قبیلوں کو کعبے کی تعمیر میں حصّہ لینے کی عزّت حاصل ہوسکے۔

جب عمارت بن کر تیار ہوگئی اور حجرِ اسود لگانے کا وقت آیا تو اس بات پر جھگڑا ہونے لگا کہ یہ عزّت کس قبیلے کو حاصل ہو۔ یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ تلواریں نکل آئیں اور لڑائی کی نوبت آگئی۔ آخر کار قریش کے ایک بزرگ نے جن کا نام ابو اُمیّہ

بن مغیرہ تھا اُٹھ کر کہا:

"اے قریش کے لوگو! اس بات پر اتفاق کرلو کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص اس مسجد کے دروازے سے داخل ہو وہ اس کا فیصلہ کردے۔"

چناں چہ دوسرے دن صبح صبح تمام سردار وہاں پہنچ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں کون شخص سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی قدرت تھی کہ سب سے پہلے جس شخص پر ان کی نظریں پڑیں وہ اللہ کے رسولؐ تھے۔ سب پکار اٹھے:

"امین آگئے، محمدؐ آگئے۔ یہ ہمیں پسند ہیں۔"

قریش کے سرداروں نے حضورؐ کو ساری بات بتائی اور کہا کہ آپؐ فیصلہ کردیجیے۔ آپؐ جو فیصلہ کریں گے وہ ہم سب مانیں گے۔

آپؐ نے ایک چادر منگائی اور حجرِ اسود اس پر رکھ دیا۔ پھر آپؐ نے سب قبیلوں کے سرداروں سے کہاکہ وہ اس چادر کے کونے پکڑ لیں اور اسے اٹھاکر اس جگہ تک لے چلیں جہاں پتھر لگانا ہے۔ جب قریش کے سردار وہ چادر وہاں تک لے آئے تو حضورؐ نے پتھر اُٹھاکر اس کی مقررہ جگہ پر لگا دیا۔ اس طرح آپؐ کی دانش مندی سے ایک بڑا جھگڑا ٹل گیا اور خون خرابہ رُک گیا۔

اس واقعے سے حضورؐ کی شرافت، انکساری اور انصاف پسندی بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپؐ نے حجرِ اسود کو کعبے میں لگانے کا اعزاز اکیلے حاصل کرنا نہیں چاہا، بلکہ قریش کے تمام

قبیلوں کو اس میں شریک کرلیا۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ صرف یہی ایک موقع نہ تھا جب حضورؐ نے قریش کے ایک جھگڑے کا فیصلہ کیا بلکہ نبوت سے پہلے اکثر لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے حضورؐ کے پاس آتے تھے اور آپؐ دانش مندانہ اور منصفانہ فیصلے فرماتے تھے۔



غیرت

حضورؐ کسی کو نادم و شرمندہ ہوتے دیکھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ کو کسی کی کوئی بات ناپسندیدہ نظر آتی تو آپؐ اس کا نام لے کر خصوصیت کے ساتھ کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ یوں کہہ دیتے تھے کہ "وہ کیسے لوگ ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔" یوں اس کو اشارتاً تنبیہ ہوجاتی اور وہ دوسروں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچ جاتا۔ باقی لوگوں کو بھی اس حرکت کی خرابی معلوم ہو جاتی۔

بھری محفل میں کوئی بات ناگوار ہوتی تو لحاظ کی وجہ سے آپؐ زبان سے کچھ نہ کہتے، چہرے کے اثر سے ظاہر ہوتا اور صحابہؓ سمجھ جاتے اور ان کو تنبیہ ہو جاتی۔